وضاحت

یاسمین راشد حسن

This piece of writing by Rashed's daughter, Yasmin Rashed Hassan was sent by her to be read out at the event marking Rashed's Centenary Celebrations at LUMS. She believes that Rashed's cremation was not willed by the poet himself but was a decision taken by his wife after his death.

میں اس بات کو واضح کرنا چاہتی ہوں کہ میرے والد ن م راشد نے کبھی یہ خواہش نہیں کی تھی کہ ان کی میت کو آگ کے سپرد کیا جائے۔

جب ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو میرے والد حرکتِ قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئے تو میری سوتیلی والدہ شیلا راشد نے جو کہ والد کی طرف سے اطالوی اور والدہ کی طرف سے انگریز ہیں، نے مجھے فون پر ان کے انتقال کی اطلاع دی۔ میں نے فوراً مانٹریال سے لندن روانہ ہونے کی تیاری شروع کر دی۔ اسی دوران میرے چچا فخر ماجد کا لاہور سے فون آیا کہ شیلا میت کو پاکستان بھیجنے کی تیاری نہیں کر رہی بلکہ وہ انہیں لندن ہی میں نذرِ آتش کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اس لیے میں (یاسمین راشد حسن) اور فاروق اسے ایسی حرکت سے منع کریں۔ جیسے ہی مجھے یہ خبر ملی میں نے پریشانی میں شیلا کو دوبارہ فون کیا اور اسے بتایا کہ ہم سب رشتہ داروں کی یہ رائے ہے کہ انہیں نذرِ آتش نہ کیا جائے، ہمارا معاشرہ اس بات کی اجازت نہیں دے گا۔ شیلا نے فوراً جواب دیا کہ راشد کی یہی خواہش تھی اور وہ وہی کرے گی جو ان کی خواہش تھی۔ اور یہ کہ چند ماہ پہلے جب شیلا کے اپنے والد (جو اطالوی تھے) کی میت سوزی کی گئی تو میرے والد نے شیلا سے یہ کہا تھا کہ "what a nice, quiet way to go." اس لیے ان کی یہ خواہش پوری کرنا چاہتی ہے۔ میں نے فوراً لندن روانہ ہونے کا ارادہ ترک کر دیا

تاثرات

کیونکہ میں اپنے والد کی میت کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

چند روز بعد میں نے شیلا سے فون پر پوچھا کہ کیا ان کی آخری رسومات کی ادائیگی کے بارے میں کوئی تحریر کردہ وصیت ہے تو اس نے بتایا کہ لکھا ہوا تو کچھ بھی نہیں ہے مگر یہ کہ اس نے ان کی آخری خواہش کو پورا کیا ہے۔ اور یہ کہ میرا بھائی شہریار جس کی عمر اس وقت صرف ۲۷ برس تھی اس نے بھی شیلا کے ساتھ تعاون اور اتفاق کیا ہے۔ شیلا کو چاہیے تھا کہ وہ میرے چچا ماجد کی بات سنتی، شہریار کم عمری اور زیادہ وقت امریکہ میں رہائش کی وجہ سے اس بات کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ میں اور شہریار جب آخری بار ابی جان سے نومبر ۱۹۷۲ء میں برسلز میں شیری کے گھر پر ملے تو انہوں نے ہم سے ذکر کیا کہ ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ اب ان کا دل کمزور ہو رہا ہے اور معلوم نہیں اب کتنی دیر اور زندگی ہے لیکن انہوں نے میت سوزی کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہا تھا۔ ان کا خط جو انہوں نے ہم سب بہنوں اور بھائی کو ۱۹۷۵ء کے شروع میں لکھا تھا اور ہم سب کے جائداد میں جو بھی حصے بنتے تھے، ان کے بارے میں لکھا تھا اور اپنی صحت، جو خراب ہو رہی تھی اس کا بھی ذکر کیا، مگر اپنی میت کو آگ کے حوالے کرنے کا کوئی ذکر تب بھی نہیں کیا تھا۔ اور اگر انتقال سے چھ مہینے پہلے جب شیلا کے والد کی میت سوزی ہوئی تھی اور اگر انہوں نے یہ بات پسند کی تھی تو وہ ہمارے چچا ماجد اور ہم سب سے بھی اس کا ذکر ضرور کرتے کیونکہ ان کی شروع سے یہ عادت تھی کہ وہ ہر ایسی بات، ہم سب سے کہہ دیتے تھے۔

میرے والد بھی چلے گئے، چچا ماجد بھی چلے گئے اور میرا بھائی بھی اللہ کو پیارا ہو گیا اور میں اس دکھ میں ہوں کہ ہم کیوں اس وقت شیلا کو نہ روک سکے۔ اس نے میرے والد کی عظمت اور دانائی کو نہ سمجھا اور اس نازک وقت میں اپنی ضد پر اڑی رہی اور اس نے یہ جاننے کی کوشش نہ کی کہ اس کے اس فیصلے سے میرے والد کی ذات، ان کے مذہبی عقیدے کو، ان کے قارئین کو اور ان پر ہونے والے تحقیقی کام کو کیا کیا نقصان پہنچے گا۔

مارچ ۲۰۱۰ء